کتاب نما

مشرقی پاکستان ،ٹوٹا ہوا تارا، الطاف حسن قریشی ۔ ناشر: قلم فاؤنڈیشن ، بنک سٹاپ ، والٹن روڈ، لاہورکینٹ۔ رابطہ: 0323-4393422۔ صفحات: ۱۴۰۶، قیمت (مجلد): ۵۰۰۰ روپے۔

قیامِ پاکستان کے لیے جدوجہد کا اعزاز ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ءکو ڈھاکہ میں قائم ہونے والی کُل ہند مسلم لیگ کو حاصل ہے۔ پھر برطانوی مقبوضہ ہند کے تمام صوبوں اور ریاستوں میں آزادی کے لیے سب سے زیادہ ذہنی وعلمی یکسوئی کے ساتھ کوششیں، خطۂ بنگال کے مسلمانوں ہی نے کی تھیں۔ ان کاوشوں میں ہند کے دیگر علاقوں میں بسنے والے اسلامیان نے بھی اپنا حصّہ ادا کیا ۔ ۱۴/اگست ۱۹۴۷ءکو قائداعظم کی قیادت میں یہ سفرمکمل ہوااور پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔

خطۂ بنگال جوتحریکِ پاکستان کا دھڑکتا ہوادل اوراس کی سراپا پہچان تھا،مگر قیامِ پاکستان کے کچھ ہی عرصے بعد یہ خطّہ اندیشہ ہائے دُور دراز کی دلدل میں اس طرح دھنستا چلا گیا کہ اگر ایک طرف تحریکِ قیامِ پاکستان کے دشمن ملک نے اپنا جال پھینکا ،تو دوسری طرف تنگ نظر بنگالی قوم پرستوں نے جسدِ ملّی میں مبالغہ آمیز پراپیگنڈے کا زہریلا مواد بھردیا، اورتیسری جانب مغربی پاکستان کی سیاسی، انتظامی اورفوجی قیادت کی حماقتوں نے اس منفی عمل کو تیز تر کردیا۔ یوں، وہ مرکز جو قیام پاکستان کا عنوان تھا، ۲۴ برس بعد اندرونی تخریب، بیرونی یلغاراورحکومتی بداعمالیوں کی بھینٹ چڑھ کر،مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش بن گیااوراس طرح ایک آزاد پاکستان کے بجائے دشمن ملک کی طفیلی ریاست بن کررہ گیا۔

یہ ایک بڑا تکلیف دہ، اورحد درجہ عبرت ناک سفر ہے۔ پاکستان کے مایہ ناز صحافی ،منفرد تجزیہ نگاراورراست فکر دانش ورجناب الطاف حسن قریشی (پ: مارچ ۱۹۳۰ء) نے اس سفرکی کھلی اورچھپی داستان کو ماہ نامہ اُردوڈائجسٹ، ہفت روزہ زندگی اورروزنامہ جسارت کے اوراق پر رقم کیا۔انھوں نے ۲۷ مضامین کی صورت میں اپنے گہرے مشاہدے، وسیع مطالعے، مسلسل تحقیق،

فکر انگیز مکالمے اور ایمان افروز تجزیے سے اس عمل معکوس کو پرکھا ہے، اور برملا سچائی بیان کرنے میں کسی کوتاہی، سستی اور مداہنت کو قریب تک نہیں پھٹکنے دیا۔ اس دوران وہ دو مارشل لا حکومتوں اور ایک فسطائی حکومت کے تحت قید و بند سے بھی گزرے، مگر ثابت قدم رہے۔

۹۲ سالہ الطاف صاحب کا یہ تحریری سرمایہ پاکستان کی تاریخ کے نازک ترین دور کی ایسی نمایاں تصویر پیش کرتا ہے جس میں ایک ایک کردار اپنی پستی کے ساتھ بے نقاب ہے۔ اس کتاب کو پڑھتے ہوئے قاری، ٹھیک اس ماحول میں پہنچ جاتا ہے جب رنج و الم کے ہرکارے اور وطن فروشی و غداری کی بساط کے مہرے ستم ڈھا رہے تھے، مگر افسوس کہ قوم اور قوم کے اہل حل وعقد مصنف کی پکار سننے کے لیے تیار نہیں تھے۔ ابتدا میں 'محشرِ خیال' کے عنوان سے الطاف صاحب کا ۲۳ صفحات کا طویل دیباچہ پڑھنے کے لائق ہے۔

۱۹۶۴ء سے لکھی جانے والی یہ تحریریں المیۂ سقوطِ مشرقی پاکستان ۱۶ دسمبر ۱۹۷۱ء اور پھر اس کے بعد قومی احتساب کی بانگِ درا بن کر نیند کے ماتوں کو جگانے کی مسلسل کوشش کرتی آ رہی ہیں۔ ان تحریروں میں پاکستان کے: دستوری، بین الصوبائی، ثقافتی، لسانی، تعلیمی، معاشی، صحافتی، فوجی، حکومتی، مذہبی، انتظامی اور عدالتی شعبوں کی دانستہ اور نادانستہ کج رویوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔ پھر غور سے دیکھیں تو اصلاحِ اَحوال کے لیے اس کتاب کے اوراق پہ ایک بے لاگ قومی پارلیمنٹ کے پُرمغز اور فاضلانہ مباحث کا گمان ہوتا ہے، جہاں تیرہ شبی سے لڑنے والا جہاں دیدہ قلم کار، پُرپیچ گرہوں کو کھولنے کے ساتھ، اُلجھے معاملات کو سدھارنے کا راستہ بھی دکھا رہا ہے۔ جس میں کمال کی چیز یہ ہے کہ ہر لمحہ حسِ اعتدال اور ہمدردی ساتھ ساتھ چلتی نظر آتی ہے۔ جہاں جس کو جادۂ اعتدال سے ہٹا دیکھا، اسے نمایاں کر دیا اور جس فرد کو معقول بات یا عمل کرتے دیکھا، اس کا کھلا اعتراف کیا۔ بدقسمتی سے عموماً ہمارے لکھنے والے اس خوبی کو اپنانے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔

سقوطِ مشرقی پاکستان پر بیش تر لکھی گئی کتابیں بعد اَز مرگ واویلا کی بازگشت ہیں، یا پھر وکیل صفائی کا بیان، ورنہ استغاثہ کا دفتر۔ مگر یہ کتاب، ایک بھلے چنگے ملک کو بیماری سے بچنے، بداعمالی سے پرہیز برتنے اور علاج کے لیے خبردار کرنے کا دیانت دارانہ نمونہ پیش کرتی ہے۔ اس کتاب میں دانش، دردمندی اور عبرت کے اتنے رنگ ہیں اور معلومات کے اتنے خزانے ہیں

کہ ایک مختصر تبصرہ ان کو نمایاں طور پر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اگر ہمارے صحافی بھائی بے خبری کے گنبد اور زعم باطل کے افیون کدے سے نکل کر اس کتاب کو پڑھیں گے تو ان کے لیے یہ ایک صحافتی تربیت اور مطالعۂ تاریخ کا نصاب ہے۔ فوج اور سول انتظامیہ کے افسران پڑھیں گے تو انھیں جھنجوڑنے کا تازیانہ اور منصبی فرائض انجام دینے کا آموختہ ہے۔ سیاست دان پڑھیں گے تو ان کے لیے سیاسی شغل کاری سے توبہ کرنے اور قومی خدمت و احساسِ ذمہ داری بیدار کرنے کا درس ہے۔ اساتذہ اور طلبہ پڑھیں گے تو ان کے لیے تاریخ سے زندہ سبق سیکھنے کا ریفریشر کورس ہے، اور اگر سفارت کار پڑھیں گے تو ان کے لیے سفارت کاری کی باریکیوں کو سمجھنے کا زائچہ ہے۔

بظاہر کتاب کی قیمت زیادہ لگتی ہے، لیکن امر واقعہ ہے کہ خریدنے والا، جب مطالعہ کرے گا تو اسے محسوس ہو گا کہ اس کی رقم ضائع نہیں ہوئی۔ ناشر بھی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ پاکستانی تاریخ کے ایک اہم باب کو بلاکم و کاست پیش کیا ہے۔ کتاب میں بنگالی اور بنگال سے متعلق شخصیات کی تصاویر بھی شامل ہیں۔ (سلیم منصور خالد)